مطالعہ قرآن حکیم

منتخب نصاب (درس ۲۶)

ڈاکٹر اسرار احمد

اُمّتِ مُسلمہ سے خطاب کے ضمن میں
قرآنِ حکیم کی جامع ترین سورت
اُمُّ المُسَبِّحات : سورۃ الحدید
(۱۷)

© rasailojaraid.com

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ ﴾ ...... صدق اللہ العظیم

گزشتہ سولہ نشستوں میں ہم سورۃ الحدید کے صرف تین رکوعوں کا مطالعہ مکمل کر سکے تھے اور اس کا آخری رکوع‘ جو چار آیات پر مشتمل ہے‘ ابھی اس کا مطالعہ باقی ہے۔ جس طرح کسی مضمون کی تکمیل کے بعد بعض اوقات اضافی وضاحت کی ضرورت پیش آتی ہے‘ سورۃ الحدید کے اس آخری رکوع کی نوعیت اس سورۂ مبارکہ کے باقی مضامین کے اعتبار سے قریباً وہی ہے۔ گویا یوں کہا جا سکتا ہے کہ سورۃ الحدید کا اصل مضمون ۲۵ آیات میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا‘ لیکن اس اندیشے کے پیش نظر کہ اس کا کوئی غلط نتیجہ نہ نکال لیا جائے‘ ایک تنبیہہ اور وارننگ کے طور پر ایک ضمیمے اور تکملے کی حیثیت سے یہ چار آیات بھی شامل کی گئیں۔ ”اینٹی کلائمکس“ کا لفظ اگرچہ قرآن حکیم کے لئے استعمال کیا جانا مناسب نہیں ہے‘ لیکن ہماری مجبوری ہے کہ افہام وتفہیم کے لئے ہمیں بعض ایسی

© rasailojaraid.com

اصطلاحات کا استعمال کرنا پڑتا ہے جن سے ہم عام طور پر متعارف ہیں۔ اس کو بلاتشبیہہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے کسی مضمون کے کلائمکس کو پہنچ جانے کے بعد ایک اینٹی کلائمکس آتا ہے کچھ اسی طرح کا معاملہ سورۃ الحدید کے اس چوتھے رکوع کی چار آیات کا اس کے بقیہ تین رکوعوں کی پچیس آیات کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ پچیسویں آیت کے بارے میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ یہ نہ صرف قرآن حکیم کی اہم ترین آیات میں سے ہے' بلکہ پوری دنیا میں جتنا بھی انقلابی لٹریچر موجود ہے' اس میں جامع ترین اور عریاں ترین انقلابی نظریہ اس ایک آیت میں ہے۔

©rasailojaraid.com

سابقہ مضامین پر نگاہِ بازگشت

سورۃ الحدید کی آخری چار آیات کا مطالعہ کرنے سے قبل مناسب ہوگا کہ ہم تیزی کے ساتھ ایک طائرانہ نگاہ ان مضامین پر ڈال لیں جن کا ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ ہم نے تفہیم کی غرض سے اس سورۂ مبارکہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ اب میں ان حصوں کو کچھ ترمیم کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک حصے میں کوئی نہ کوئی آیت ایسی آئی ہے جس کی نظیر پورے قرآن حکیم میں نہیں ملتی۔ اس سورۂ کا پہلا حصہ جو چھ آیات پر مشتمل ہے' قرآن حکیم میں ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے بیان پر جامع ترین مقام ہے' نیز یہ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق مشکل ترین مسائل سے بلند ترین علمی سطح پر بحث کرتا ہے۔ اس حصے کی عظیم ترین آیت ہے: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ﴾ اللہ تعالیٰ کے ان چار اسماء کے حوالے سے ہم نے فلسفۂ وجود' ماہیت وجود اور ربط الحادث بالقدیم جیسے مسائل پر گفتگو کی' جو فلسفے اور علمِ کلام کے اہم ترین اور مشکل ترین مسئلے ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ کا دوسرا حصہ بھی چھ آیات (۷۔۱۲) پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں باہمی ربط اور نظم اتنا نمایاں اور ظاہر و باہر ہے کہ کم از کم میرے نزدیک قرآن حکیم میں اس کی کوئی دوسری نظیر موجود نہیں۔ ان میں سے پہلی آیت (آیت ۷) میں دین کے تمام تقاضوں کو دو اصطلاحات (ایمان اور انفاق) میں بیان کر دیا گیا: ﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

© rasailojaraid.com

﴿وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا﴾ ''ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر (جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے) اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں)۔'' پھر آیت ۸ اور ۱۰ میں ذرا زجر کا انداز اختیار کیا گیا: ﴿وَمَا لَکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں رکھتے؟ (جیسا کہ ایمان کا حق ہے)۔'' اور ﴿وَمَا لَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں خرچ نہیں کرتے اور کھپاتے اللہ کی راہ میں؟ (جیسا کہ خرچ کرنے اور کھپانے کا حق ہے)۔'' جبکہ آیت ۹ اور ۱۱ میں ترغیب وتشویق اور حوصلہ افزائی کا انداز ہے۔ آیت ۹ کا مضمون یہ ہے کہ اگر اپنے باطن میں جھانکو اور محسوس کرو کہ واقعی اور حقیقی ایمان موجود نہیں ہے تو قرآن حکیم کی طرف رجوع کرو جو منبع ایمان ہے ﴿ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ یہ قرآن موجود ہے ان کی آیاتِ بینات سے اپنے سینے کو منور کرو، ایمانِ حقیقی کی نعمت تمہیں یہاں سے مل جائے گی۔ پھر یہ کہ انفاق کے لئے ترغیب کا جو بہت ہی مؤثر انداز ہو سکتا ہے وہ آیت ۱۱ میں اختیار کیا گیا، جس کے لئے میں نے غالب کا یہ مصرعہ آپ کو سنایا تھا ع ''کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق؟'' ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرضِ حسنہ؟'' اب یہ پانچ آیتیں ہو گئیں۔ چھٹی آیت کو میں اس مرتبہ اسی دوسرے حصے میں شامل کر رہا ہوں۔ ان آیات میں دین کے جو تقاضے (ایمان اور انفاق) بیان ہوئے، جو شخص ان دونوں تقاضوں کو پورا کر دے گا تو اس کے لئے قیامت کے دن میدانِ حشر میں نور کا ظہور ہو گا۔ فرمایا: ﴿یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ﴾ ''اُن کا نور اُن کے سامنے اور اُن کے دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔ نورِ ایمان ان کے سامنے ہو گا اور نورِ انفاق ان کے دائیں طرف۔ اس لئے کہ انفاق دائیں ہاتھ سے کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بڑی پیاری حدیث ہے کہ اللہ کی راہ میں اس طور سے مال خرچ کرو کہ تمہارا داہنا ہاتھ جو دے وہ تمہارے بائیں ہاتھ کے علم میں نہ آئے۔

تیسرا حصہ آیت ۱۲ سے آیت ۱۵ تک تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے لئے

© rasailojaraid.c

عنوان ہے "تفریق المسلمین بین المؤمنین والمنافقین "۔ دنیا میں جو لوگ مسلمان سمجھے جاتے تھے' قیامت کے روز ان کے مابین تمیز اور تفریق کی جائے گی۔ یہ وہی مرحلہ ہے جسے ہم عام طور پر "پل صراط" کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ میدانِ حشر کے مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے جب ایک چھلنی لگے گی کہ وہ مسلمان جو حقیقی ایمان سے بہرہ ور ہوں گے وہ اس راستے سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے' جبکہ وہ لوگ جو حقیقی ایمان سے محروم تھے' بلکہ ان کے دلوں میں نفاق کا روگ تھا' وہاں پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے جہنم میں جا گریں گے۔ آیت ۱۴ نفاق کی حقیقت اور اس کے مراحل و مدارج کے موضوع پر قرآن حکیم کی جامع ترین آیت ہے۔ نفاق کا اصل سبب کیا ہے؟ یہ کہ انسان مال اور اولاد سے اس حد سے زیادہ محبت کرے جس حد تک محبت کرنا درست ہے۔ اگر مال اور اولاد کی یہ محبت انسان کے دل پر ضرورت سے زیادہ قابو پا لے تو گویا اُس نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں فتنے میں ڈال دیا۔ اب اس کے بعد مزید مراحل ہیں۔ فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ "لیکن تم نے اپنے آپ کو (اپنے ہاتھوں) فتنے میں ڈالا اور پھر تم گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو گئے اور تم شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے اور تمہیں آرزوؤں نے دھوکے میں ڈالے رکھا' یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا اور وہ بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکہ دیتا رہا"۔ اور پھر اس کا جو انجام ہے وہ بیان فرمادیا: ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "پس آج نہ تو تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے"۔ دنیا میں منافق اہلِ ایمان کے ساتھ گڈمڈ تھے' آخرت میں اُن کا حشر کافروں کے ساتھ ہو گا۔ چوتھا حصہ ۱۶ سے ۱۹ تک' چار آیات پر مشتمل ہے' جس کے لئے میں نے جامع عنوان "سلوکِ قرآنی" تجویز کیا تھا۔ آیت ۱۶ کا مضمون یہ ہے کہ دیکھو اگر تنبّہ ہو گیا ہے' اگر حقیقت کا انکشاف ہو گیا ہے' اگر اللہ نے اپنے اندر جھانکنے کی توفیق عطا کر دی ہے' اگر یہ احساس ہو گیا ہے کہ ایمانِ حقیقی سے محرومی ہے' تو اب کمرِ ہمت کسو اور اس

© rasailojaraid.com

وقت کو ہاتھ سے جانے نہ دو! کہیں تاخیر وتعویق کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جانا! فرمایا: ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''کیا ابھی وقت نہیں آیا اہلِ ایمان کے لئے (ایمان کے دعوے داروں کے لئے) کہ ان کے دل واقعتاً جھک جائیں اللہ کی یاد کے لئے اور (وہ تسلیم کرلیں اس سب کو) جو حق میں سے نازل ہوا ہے''۔ گویا کہ جھنجھوڑنے کا انداز ہے کہ اب مزید تاخیر کا موقع نہیں ہے۔

دوسری طرف اگر تم اپنے اندر جھانک کر محسوس کر رہے ہو کہ دل میں سختی موجود ہے' تو گھبراؤ نہیں' مایوس نہ ہو' بددل نہ ہو۔ ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا﴾ ''جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد از سرِ نو زندگی عطا فرما دیتا ہے''۔ دیکھو اللہ تعالیٰ مردہ زمین پر بارش برسا کر اسے از سرِ نو حیاتِ تازہ عطا کر دیتا ہے۔ کیا عجب کہ وہ تمہارے دلوں کی زمین کو بھی ایمان کی لہلہاتی فصل سے دوبارہ زندہ کر دے۔ اس کے لئے جو شرط لازم ہے وہ اگلی آیت میں بیان کر دی گئی۔

نفاق کا اصل سبب حبِّ دنیا ہے' جس کی سب سے بڑی علامت حبِّ مال ہے۔ چنانچہ علاج بالضد کے اصول پر نفاق کا علاج یہ ہو گا کہ خرچ کرو' لگاؤ' کھپاؤ اللہ کی راہ میں۔ فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَلَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾﴾ ''یقیناً کثرت کے ساتھ صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسن دیا ہے' ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور اُن کے لئے بہترین اجر ہے''۔ گویا مال کی محبت کو ہر دو طریقے پر دل سے نکالنا ہو گا' محتاجوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر کے بھی اور اللہ کے دین کے قیام کی جدوجہد کے لئے بھی۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ حبِّ مال ایک طرح کا بریک ہے۔ اگر بریک لگا ہوا ہو تو آپ ایکسیلیٹر کو خواہ کتنا ہی دبائیں گاڑی نہیں چلے گی۔ پہلے بریک کھولئے' پھر ایکسیلیٹر کو دبایئے تو گاڑی چلے گی۔ لہٰذا مال کی محبت کا یہ بریک کھول دو۔ اب اپنے ایمان کی تجدید کرو اور اپنی کشتِ قلب میں از سرِ نو بیج ڈالو اور اس کی آبیاری کرو۔ پھر تمہیں لہلہاتی ہوئی بہار نصیب ہو گی اور اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے بلند ترین مقامات میں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدیقیت یا شہادت کے رتبے تک فائز ہو جاؤ گے۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ؕ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی ہیں صدیق اور شہید اپنے رب کے پاس۔ ان کے لئے محفوظ ہے ان کا اجر بھی اور ان کا نور بھی''۔

سورۃ الحدید کا پانچواں حصہ آیات ۲۰ تا ۲۴' پانچ آیات پر مشتمل ہے۔ حیاتِ دُنیوی کی اصل حقیقت اور خاص طور پر اس کے مراحل وادوار کے بیان کے ضمن میں آیت ۲۰ قرآن مجید کی عظیم ترین آیت ہے اور اس کی کوئی نظیر قرآن میں موجود نہیں۔ فرمایا: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ﴾ اس ایک آیت میں انسانی زندگی کے پانچ ادوار گنوادیئے گئے ہیں: (i) بچپن کا کھیل کود۔ (ii) نوجوانی کا لہو اور تلذذ (sensual gratification)۔ (iii) زینت وزیبائش اور آرائش (iv) باہمی تفاخر۔ یعنی اپنی دولت' نسل' علم' عقل' ذہانت وفطانت یا کسی اور استعداد اور صلاحیت پر فخر اور۔ (v) اموال واولاد میں کثرت کی خواہش۔ اسی کا تکملہ آخری پارے کی سورتوں میں سورۃ التکاثر ہے۔ پھر اس کے لئے ﴿کَمَثَلِ غَیْثٍ ...... الخ﴾ کے الفاظ میں بہترین تشبیہہ دی گئی کہ جیسے بارش کے بعد زمین سے سبزہ اگتا ہے اور جب فصل اُبھرتی ہے تو کاشتکار کو کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس کے بعد اسی فصل پر زردی آتی ہے اور پھر وہ چورا چورا ہو کر بھس بن جاتی ہے۔ پھر وہی کھیت ویرانی کا منظر پیش کر رہا ہوتا ہے۔ گویا حیات کا ایک دور جو آیا تھا وہ ختم ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اصل میں حیاتِ دنیوی کا نصب العین تو یہ ہونا چاہئے: ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ؕ﴾ ''ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے۔ یہ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر''۔ یہ ہے مومن کا

© rasailojaraid.com

نصب العین ۔ باقی تمام چیزیں فرائض کے درجے میں رہیں گی' نصب العین اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

اس حصے میں بیان ہونے والا تیسرا اہم مضمون یہ ہے کہ انسان پر آنے والی ہر مصیبت اللہ کی طرف سے پہلے سے طے ہوتی ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں انسان مختلف حوادث اور آفاتِ ارضی و سماوی سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ کبھی تکالیف آ گئیں' کوئی بیماری آ گئی' کوئی نقصان ہو گیا' کوئی عزیز فوت ہو گیا' یا یہ کہ اقامتِ دین کی جدوجہد میں انسان مختلف خطرات سے دوچار ہوتا ہے اور اسے جان و مال کے ضیاع کا خوف لاحق ہو جاتا ہے۔ یہاں ان سب سے نجات دلانے والی بات فرما دی گئی: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا﴾ ''نہیں نازل ہوتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے اپنے نفسوں میں مگر یہ کہ وہ ایک کتاب میں درج ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے ظاہر کریں''۔ انسان اپنے فرائض سے گریز کے لئے اس کو بہانہ بنائے تو یہ گویا اس کی نادانی اور نا سمجھی ہے۔ وہ تو آ کر رہنے والی چیزیں ہیں اور ان کا اصل مقصد ابتلا' آزمائش اور امتحان ہے جو حیاتِ دُنیوی کی اصل غرض و غایت ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''اس نے موت اور زندگی کی تخلیق فرمائی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے اعمال کرتا ہے''۔

سورۃ الحدید کا چھٹا حصہ ایک آیت پر مشتمل ہے' جس کے بارے میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ یہ اس سورۂ مبارکہ کا کلائمکس ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح تعلیمات اور واضح نشانیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان اتاری' تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں''۔ یعنی نبوت و رسالت اور کتاب و میزان کا اصل مقصد اور اصل ہدف قیامِ نظامِ عدلِ اجتماعی ہے۔ جہاں تک انفرادی سطح پر ایک بندۂ مومن کے نصب العین کا تعلق ہے وہ آخرت کی فلاح و نجات' حصولِ مغفرت اور حصولِ جنت

© rasailojaraid.c

ہے۔لیکن دنیا میں اس کی مساعی‘ اس کی جدوجہد‘ بھاگ دوڑ کا ہدف‘ بلکہ اس کے دوسرے فرائضِ دینی کا نقطۂ عروج نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام ہے۔اس مقصد کے لئے جہاں دعوت وتبلیغ‘ تعلیم ونصیحت‘ تلقین وتشویق اور ترغیب وترہیب کی ضرورت ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ قوت فراہم کرو اور وقت آنے پر قوت کا استعمال کرو۔ جو لوگ بھی اس نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کی راہ میں مزاحم ہوں اُن کے ساتھ مقابلہ کرو۔ یہاں تک کہ ضرورت ہو تو ان کی سرکوبی کرو۔ ہم نے لوہا اسی لئے اتارا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ﴾ ’’اور ہم نے لوہا بھی اتارا ہے جس میں شدید جنگ کی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لئے دوسری منفعتیں بھی ہیں‘ اور تاکہ اللہ یہ ظاہر کردے کہ کون ہے وہ جو غیب کے باوجود اللہ اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے‘‘۔ یہ اس سورۂ مبارکہ کا کلائمکس ہے۔

اعمالِ صالحہ کے نقطۂ عروج پر شیطان کا اغوا واضلال

اب دیکھئے‘ یہاں ایک بات سامنے آ رہی ہے کہ دین کی شاہراہ پر چلتے ہوئے ایک بندۂ مومن تدریجاً نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ ظاہر بات ہے کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے لہٰذا اس نقطۂ عروج پر پہنچ کر بھی وہ شیطان کے اغوا واضلال سے محفوظ ومامون نہیں ہوسکتا۔ اور شیطان کا معاملہ یہ نہیں ہے کہ وہ ایک ہی ہتھیار سے سب کو شکار کرنا چاہے۔ وہ مختلف ذہنی سطح اور مختلف افتادِ طبع کے لوگوں کو مختلف حربوں سے زیر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی شخص ایمان اور عملِ صالح کی منزلیں طے کرتا ہوا دین کی شاہراہ پر گامزن ہے تو اسے آخری منزل سے ہٹانے کے لئے شیطان کا اغوا اور اضلال یہ ہے کہ اس کی جدوجہد کو اقامتِ دین کے رخ سے موڑ کر تزکیہ کے خانقاہی تصور کی طرف منعطف کر دیا جائے کہ بس اپنی ہی ذات کو رگڑے جاؤ‘ اسی کو مانجھے جاؤ‘ اسی کو سنوارے جاؤ۔

مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے!

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

تاکہ یہ نظامِ باطل کو چیلنج نہ کرے اور میرے استبداد‘ میرے استیلاء‘ میری حکومت اور میرے غلبے کے لئے چیلنج نہ بن جائے۔ لگا رہے نمازوں میں‘ روزانہ روزے رکھے‘ پوری پوری رات کھڑا رہا کرے۔ اپنی دانست میں منکرات اور حرام سے بچنے کے لئے نہایت خوردہ گیری اور خوردہ بینی سے کام لے‘ لیکن میرے مقابلے میں نہ آئے‘ میرے نظام کو چیلنج نہ کرے‘ استحصالی و استبدادی نظام کے لئے خطرہ نہ بنے۔ ایک شخص یہاں تک آ گیا کہ اس نے اللہ کو پہچان لیا‘ آخرت کو جان لیا‘ اس نے طے بھی کر لیا کہ مجھے اللہ ہی کی رضا حاصل کرنی ہے۔ یعنی اس کا نصب العین بھی درست ہو گیا۔ پھر یہ کہ اپنے نفس کے حربوں اور ہتھکنڈوں سے بھی اس نے آزادی حاصل کر لی ہے‘ گناہوں سے بچ رہا ہے‘ حرام خوری سے اجتناب کر رہا ہے‘ فواحش و منکرات سے بچ گیا ہے۔ یہ سارے ہفت خوان طے کر چکا ہے۔ لیکن آخری مرحلے پر شیطان جو داؤ اور اڑنگا لگاتا ہے وہ یہ ہے کہ اب اس کا رخ موڑ دو اور اسے اپنی ذاتی اصلاح ہی کے اندر لگائے رکھو‘ تاکہ یہ کہیں نظام کی اصلاح کے لئے میدان میں نہ آ جائے۔ یہ ہے درحقیقت شیطان کا آخری حربہ جو وہ نیک لوگوں پر آزماتا ہے اور ان کی نیکی کو بدی کے لئے چیلنج نہیں بننے دیتا‘ بلکہ انہیں ان کی انفرادی نیکی کے اندر محو کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس آخری حصے میں شیطان کے اس حربے کے خلاف ایک تنبیہہ آ رہی ہے‘ اور چونکہ انبیاء و رسل کی اُمتوں میں سے ایک اُمت کی ایسی مثال موجود ہے‘ لہٰذا اسے یہاں اُجاگر کیا جا رہا ہے‘ تاکہ ایک نشانِ عبرت سامنے موجود رہے کہ بالفعل ایسا ہوا ہے اور شیطان نے یہ داؤ آزما کر ایک بڑی عظیم اُمت کو ایک غلط رخ پر ڈال دیا ہے۔ یہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی مثال ہے جنہوں نے اپنی اسی ذاتی انفرادی نیکی کے غلبے کے زیر اثر اور غیر معتدل تصور کے تحت رہبانیت کا نظام ایجاد کر لیا۔ جبکہ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے وفادار بندے لوہے کی طاقت ہاتھ میں لے کر میدان میں آئیں اور اللہ کی مدد بھی کریں اور اللہ کے رسولوں کی مدد بھی کریں۔ دین اللہ کا ہے۔ اسے قائم کرنے کی جدوجہد گویا اللہ کی مدد ہے اور چونکہ رسول کو بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس دین کو

© rasailojaraid.com

غالب کرے' لہٰذا یہ گویا رسولؐ کی بھی مدد ہے۔ یہی بات سورۃ الصّف کی آخری آیت میں فرمائی گئی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ' جس طرح عیسٰیؑ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف؟ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار!''

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم ان آیات کا مطالعہ شروع کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔ پھر ان کی اولاد میں سے کسی نے ہدایت اختیار کی اور بہت سے فاسق ہو گئے''۔ یہ ایک بڑی پرشکوہ تمہید ہے آگے زیرِ بحث آنے والے اس مضمون کے لئے کہ حضرت عیسٰیؑ کے پیروکار جس غلط رخ پر پڑ گئے تھے تم بھی کہیں اس رخ پر نہ پڑ جانا۔ اس سے تمہیں پیشگی طور پر متنبہ کیا جا رہا ہے۔ تو گویا اصلاً مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے' لیکن قرآن کا یہ اسلوب ہے کہ بات کا آغاز پرشکوہ تمہید سے کیا جاتا ہے۔ اس اسلوب کی ایک مثال سورۂ آل عمران میں ہے کہ اصلاً تذکرہ تو حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریم کا 'اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰؑ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا کرنا ہے' لیکن اس کا آغاز آیت ۳۳ سے بایں الفاظ کیا گیا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴾ اس اسلوب کا مفاد یہ ہے کہ جس موضوع پر گفتگو ہونی ہے اس کا اصل پس منظر اور سیاق و سباق (context) معین ہو جائے۔ تو یہاں پر بھی ایک پرشکوہ تمہید کے طور پر یہ مضمون آیا ہے۔

تاریخ نبوت و رسالت کا ایک تحقیق طلب پہلو

فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ﴾ ''اور ہم نے بھیجا نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کو''

© rasailojaraid

﴿وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِمَا النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے رکھ دی انہی دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب''۔ یہ معاملہ تاریخ نبوت و رسالت کے اعتبار سے محققین کے لئے نہایت اہم رہنمائی کا حامل ہے۔ یہاں یہ مضمون ضمنی طور پر آیا ہے' اور میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ قرآن حکیم میں اہم ترین علمی مضامین اکثر و بیشتر ضمنی طور پر آتے ہیں۔ ایک ہے قرآن کی ہدایت' تذکرہ' ذکریٰ' یاددہانی' وہ تو قرآن مجید میں آپ کو سطح پر ملے گی' وضاحت سے ملے گی' بتکرار و اعادہ ملے گی' اور ایسی سطح پر ملے گی جس کو ایک عام انسان بھی بآسانی سمجھ لے۔ لیکن جو علمی نوادر اور اعلیٰ علمی و عقلی نکات ہیں وہ آپ کو ضمنی طور پر اس انداز سے ملیں گے کہ عام آدمی تو اس پر سے گزر جائے' یہاں رکے نہیں' اس کا ذہنی تسلسل ٹوٹنے نہ پائے اور وہ تذکرہ کے عمل میں کہیں کوئی رخنہ نہ پائے' لیکن جس شخص کے ذہن میں علمی اشکالات اور سوالات ہیں' جو کسی تحقیق میں سرگرداں ہے' وہ وہاں پر پہنچے تو رک جائے اور پھر وہ اپنا ہائی پاور لینز (lense) فوکس کر کے بیٹھ جائے کہ جا ایں جا ست! اسے محسوس ہو کہ اس مقام سے تو مجھے بڑی رہنمائی مل رہی ہے۔

اس ضمن میں اب ہم تجزیہ کرتے ہیں۔ جہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کا معاملہ ہے وہ تو بالکل واضح ہے۔ اس لئے کہ آپؑ آدم ثانی ہیں' پوری موجودہ نسلِ انسانی حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس کی گواہی ملتی ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ہُمُ الْبٰقِیْنَ﴾ (الصّٰفّٰت) ''ہم نے صرف اسی کی نسل کو باقی رکھا''۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ زمانی فصل کتنا ہے۔ لیکن بہرحال اس دور میں جتنی بھی نسلیں آدم علیہ السلام کی پھیلی ہیں وہ سب کی سب ہلاک کر دی گئیں' سوائے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد اور ان کے اہلِ ایمان ساتھیوں کے۔ گمان غالب یہ ہے کہ سوائے ان کے اپنے بیٹوں اور ان کی بیویوں کے اور کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا۔ واللہ اعلم! لیکن اگر کوئی تھے بھی تو ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ نسل صرف حضرت نوح علیہ السلام کی چلی ہے۔ آج پوری نسلِ انسانی

© rasailojaraid.

حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں حضرت سام، حضرت حام اور حضرت یافث کی اولاد سے ہے۔ یعنی آج دنیا میں جتنی بھی اقوامِ عالم ہیں، سب کی سب انہی تینوں کی نسلوں سے ہیں۔ لہٰذا اس میں تو کوئی اشکال اور اشتباہ نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نبوت حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی میں رہی۔ البتہ حضرت ابراہیمؑ کا معاملہ بہت اہم ہے۔ ظاہر بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد جب ان کی نسل آگے چلی تو دُنیا میں اور اقوام بھی موجود تھیں۔ حضرت سام کی اولاد کی بھی اور بہت سی شاخیں ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت حام اور حضرت یافث کی اولاد سے کئی نسلیں اور ان کی شاخیں ہیں۔ لیکن قرآن معین طور پر کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت اور کتاب کا معاملہ صرف نسلِ ابراہیمی کے ساتھ مختص کر دیا گیا۔ اور جیسا کہ میں نے بارہا عرض کیا ہے کہ اہم مضامین قرآن مجید میں کم سے کم دو جگہ ضرور آتے ہیں۔ لہٰذا اس مضمون کا ثنیٰ سورۃ العنکبوت کی آیت ۲۷ ہے، جہاں تعین کے ساتھ واحد کے صیغے میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یہ بات کہی گئی: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ''ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ (جیسا بیٹا) اور یعقوبؑ (جیسا پوتا) عنایت فرمایا اور ہم نے اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی''۔ نوٹ کیجئے کہ یہاں ''فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا'' نہیں، بلکہ واحد کی ضمیر کے ساتھ ''فِيْ ذُرِّيَّتِهِ'' فرمایا۔ ﴿وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اس دنیا کی زندگی میں بھی اس کا اجر بھرپور طریقے پر عطا فرمایا اور آخرت میں تو وہ یقیناً ہمارے نیکوکار بندوں میں سے ہوگا''۔ اب اس سے جو بات سامنے آ رہی ہے اس پر غور کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آج سے کم از کم چار ہزار برس قبل کی شخصیت ہیں۔ میرا اندازہ چار سے ساڑھے چار ہزار برس تک کا ہے۔ اس لئے کہ مصر سے بنی اسرائیل کا خروج (exodus) چودہ سو قبلِ مسیح سے لے کر تیرہ سو قبلِ مسیح تک کے درمیان کا زمانہ ہے۔ چنانچہ ۳۴۰۰ برس تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہو چکے ہیں۔ اب ان سے پہلے کئی سو برس حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین گزرے ہیں، جس کے

© rasailojaraid.com

دوران بنی اسرائیل کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہوا کہ صرف ستر بہتر افراد کا قافلہ جو مصر میں داخل ہوا تھا وہ وہاں سے چھ لاکھ کی تعداد میں نکلا ہے۔ یعنی اس میں خاصا وقت لگا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کم از کم پانچ سو برس کا معاملہ ہے' جن میں سے ان کے دو اڑھائی سو برس تو بڑے عیش و آرام میں گزرے' جیسے کہ پیرزادے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے اُس وقت کے شہنشاہِ مصر کو جو عقیدت ہو گئی تھی اس کے نتیجے میں انہیں اور ان کے خاندان کو ازحد عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کچھ اور تاریخی عوامل بھی تھے۔ اُس دور کے شہنشاہانِ مصر ''چرواہے بادشاہ'' (Hyksos Kings) قبطی النسل لوگ نہیں تھے' بلکہ وہ عرب ہی کے کسی علاقے سے آئے تھے' لہٰذا اسی مصلحت کے تحت انہیں ضرورت تھی کہ کوئی ایسی قوت وہاں موجود رہے جسے وہاں کی مقامی آبادی قبطی نسل کے لئے کاؤنٹر ویٹ کی حیثیت حاصل رہے۔ دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام سے گرویدگی اور عقیدت مندی کا بھی یہ نتیجہ تھا کہ حضرت یوسفؑ کے خاندان کو ''جشن'' کے علاقے میں آباد کیا گیا جو مصر کا بہترین اور نہایت زرخیز علاقہ تھا۔ لیکن جب وہاں ایک قومی انقلاب آ گیا اور وطن کے سپوتوں (sons of the soil) یعنی قبطیوں نے چرواہے بادشاہوں کا تختہ اُلٹ دیا اور پھر وہاں پر فراعنہ کا دَور دوبارہ آ گیا تو اس کے بعد وہی لوگ جو کہ پہلے منظورِ نظر اور مراعات یافتہ تھے' وہی عتاب کا نشانہ بن گئے۔ بنی اسرائیل چونکہ دشمن کے منظورِ نظر تھے لہٰذا قبطیوں کی نظر میں دشمن ٹھہرے۔ بنی اسرائیل پر عتاب کا یہ دور بڑا طویل ہے' جس کے دوران نامعلوم کتنے ہزار افراد ہلاک کئے گئے۔ ان میں سے بہت سے اہرامِ مصر کی تعمیر کے دوران سرمہ بن گئے۔ ان کے اوپر بڑی بڑی چٹانیں گریں اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ ان پر کم از کم دو مرتبہ ایسا دَور بھی آیا جب فراعنہ مصر نے حکم دے دیا کہ ان کی نوزائیدہ اولاد میں سے بیٹوں کو قتل کر دو' صرف بیٹیوں کو زندہ رکھو۔ اس کے باوجود مصر سے خروج کے وقت ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ جہاں تک ہماری تاریخی معلومات کا تعلق ہے وہ اس

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

دور سے زائد ہیں ہی نہیں۔ انسان آج تک بس پانچ ہزار سال کی تاریخ کی تحقیق کر پایا ہے۔ پاکستان کے دو قصبوں موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے علاوہ ہریانہ (مشرقی پنجاب) میں اسی دور کی تہذیب کے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں۔ مصر اور عراق کے اندر بھی اسی دور کی انسانی تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔ ہمارے عام تحقیق اور انکشافات کے ذرائع اس سے آگے نہیں پہنچ پائے۔ متذکرہ بالا دو آیات کی رو سے ان چار ساڑھے چار ہزار سال کے دوران نبوت کا معاملہ صرف نسلِ ابراہیمی میں ہو سکتا ہے۔

یہاں درحقیقت ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک طرف قرآن یہ کہتا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (فاطر) ''کوئی ایسی بستی نہیں ہے کہ جس میں کوئی نہ کوئی خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو''۔ پھر سورۃ الرعد میں فرمایا: ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ یعنی ہر قوم کے لئے ہم نے ہادی بھیجے۔ تو اب ان دونوں باتوں کے درمیان مطابقت کیسے ہو' یہ ایک بڑا علمی مسئلہ ہے۔ اس اشکال کے حل کے لئے ہم پہلے دنیا کی باقی اقوام پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مثلاً چین کی تہذیب بڑی قدیم تہذیب ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ چین' روس' سینٹرل ایشیا میں وسطی سلسلۂ کوہ سے پرے آباد ہونے والی اقوام' پھر یورپ کے میدانی علاقے اور مغربی یورپ کے اندر اترنے والی نارڈک نسلیں (Nordic Races) یہ سب حضرت یافث کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح اِدھر ایران' ہند اور سندھ اور اُدھر شمالی افریقہ کے علاقے قبط اور سوڈان میں حضرت حام کی اولاد آباد ہے۔ حضرت سام کی اولاد اس تکون میں نیچے اتر گئی ہے۔ آج کل جو علاقہ کردستان کہلاتا ہے یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا مسکن ہے' جس کو ''جزیرہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ فرات اور دجلہ کے درمیان شمال میں جا کر وہ علاقہ کافی چوڑا ہو جاتا ہے۔ یہاں پر حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ وہاں سے نیچے جنوب کی طرف جزیرہ نمائے عرب تک جو قومیں اتر گئیں' وہ حضرت سام کی اولاد ہیں۔ اس میں عراق اور شام کے باشندوں کے علاوہ پورے جزیرہ نمائے عرب کے لوگ بھی آتے ہیں۔ اس سامی نسل کے اندر بھی بہت سے انبیاء و رسل مبعوث ہوئے ہیں۔ قرآن مجید بار بار جن قوموں کا

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid

تذکرہ کرتا ہے ان میں قومِ عاد اور قومِ ثمود کا تعلق اس سامی نسل ہی سے تھا' جن کی طرف بالترتیب حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ یہ دونوں رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل کے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل حضرت حام اور حضرت یافث کی اولاد میں بھی انبیاء کا ہونا بالکل قرین قیاس ہے' لیکن چونکہ ریکارڈ موجود نہیں لہٰذا ہم تعین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمیں کچھ حکماء کا تذکرہ تو ملتا ہے' مثلاً کنفیوشس کوئی بڑا حکیم و دانا انسان تھا' لیکن اس کا نبوت و رسالت کے ساتھ کوئی رشتہ و تعلق تھا یا نہیں' اس کے لئے کوئی ثبوت موجود نہیں۔ ہندوستان کے ایک عالم دین شمس نوید عثمانی صاحب نے اپنی ایک کتاب میں ایک نظریہ پیش کیا ہے جو بہت مدلل ہے۔ انہوں نے ہندوستان کی پرانی کتابوں اور سنسکرت کے اشلوکوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل ہندوستان میں بھی آ کر آباد ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام کے ماننے والے ہندوستان میں موجود رہے ہیں۔ مہا نوح (The Great Noah) کا تذکرہ ان کے ہاں ''منو'' کے نام سے موجود ہے۔ عثمانی صاحب کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو جو صحیفے دیئے تھے اور جو شریعت عطا کی تھی اس کے باقیات الصالحات ''منوسمرتی'' نامی کتاب کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ تمام چیزیں عین ممکن ہیں' قرینِ قیاس ہیں۔

© rasailojaraid.

اس کے علاوہ' جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے' عین قرینِ قیاس ہے کہ ان ساڑھے چار ہزار سال کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے کوئی شاخ ہندوستان آ کر آباد ہوئی ہو۔ اس لئے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹوں کا تذکرہ آتا ہے: حضرت عیس یا عیسوؑ اور حضرت یعقوبؑ۔ یہ دونوں توام یعنی جڑواں بھائی تھے۔ پہلے حضرت عیس یا عیسو کی ولادت ہوئی' ان کے عقب میں یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کا نام یعقوبؑ اسی لئے مشہور ہوا۔ ''اور یعقوب اپنے بھائی عیسو کی ایڑیاں پکڑے ہوئے تولد ہوا''۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل یعنی بنی اسرائیل کے انبیاء کی تاریخ تو ہمیں ''عہد نامہ قدیم'' کے ذریعے ملتی ہے' لیکن حضرت عیس یا عیسو کا کیا معاملہ ہوا' اس کے بارے

© rasailojaraid.

میں تاریخ خاموش ہے۔ ان کی اولاد اَدوم کے علاقے کی نسبت سے اَدومی کہلاتی ہے' اور اُدمی کا لفظ ہندوستان کے ناموں میں کثرت کے ساتھ ملتا ہے۔ تو کوئی عجب نہیں کہ حضرت عیس کی نسل اس علاقے میں آباد ہوئی ہو اور ان کی نسل کے اندر کوئی نبی یا رسول آیا ہو۔

پھر یہ کہ ۱۴۰۰ ق م میں بنی اسرائیل کا جو خروج ہوا اس کے نتیجے میں ان کے کچھ قبائل لاپتہ ہو گئے تھے' جنہیں ''The lost tribes of the house of Israel'' کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی گمان موجود ہے کہ ان کے کچھ قبائل یہاں آ کر آباد ہو گئے ہوں۔ اور مجھے تو گمان غالب کی حد تک محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ''برہما'' اور ''برہمن'' کا جو تصور ہے اس کا درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کوئی رشتہ ضرور ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ بات میں نے کئی مرتبہ عرض کی ہے کہ ان کے نزدیک گوتم بدھ نبی تھے۔ قرآن مجید میں دو مرتبہ ''ذوالکفل'' کا تذکرہ آیا ہے۔ ان کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ملتی کہ وہ کہاں پیدا ہوئے اور ان کی تاریخ کیا ہے۔ مولانا کا گمان یہ ہے کہ ''ذوالکفل'' دراصل کپل وسطو کا شہزادہ ہے۔ یہ ریاست نیپال کے علاقہ میں تھی اور ذوالکفل وہاں کے شہزادے تھے۔ اگر ایسا ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید کی نصِ قطعی کی رو سے حضرت ابراہیمؑ کے بعد نبوت اور کتاب حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے باہر ممکن نہیں۔ آیت زیر مطالعہ ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ کو سامنے رکھیں گے تو تحقیق کے بہت سے دروازے کھل جائیں گے' بہت سے گوشے نمایاں ہو جائیں گے۔ ایک انسان جب آسمانی ہدایت کی روشنی اور راہنمائی میں تحقیق کا سفر طے کرتا ہے تو صحیح تر نتائج تک اس کی رسائی ممکن ہے۔ اس موضوع پر گفتگو ہماری اگلی نشست میں جاری رہے گی۔

بارک اللہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالآیات والذکر الحکیم

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c